احوال حضرت پیر

سیّد خورشید الحسن خورشید شمسی

قادری، نوشاہیؒ

المعروف **پیر حسن شاہ** کملی پوش

کلی شریف نارووال

مرتبہ

صاحبزادہ سیّد اظہر الحسن گیلانی، قادری، نوشاہی

جلوۂ نورِ رسالتؐ نور جانِ پنجتن
شہسوار معرفت سرکارِ خورشید الحسن
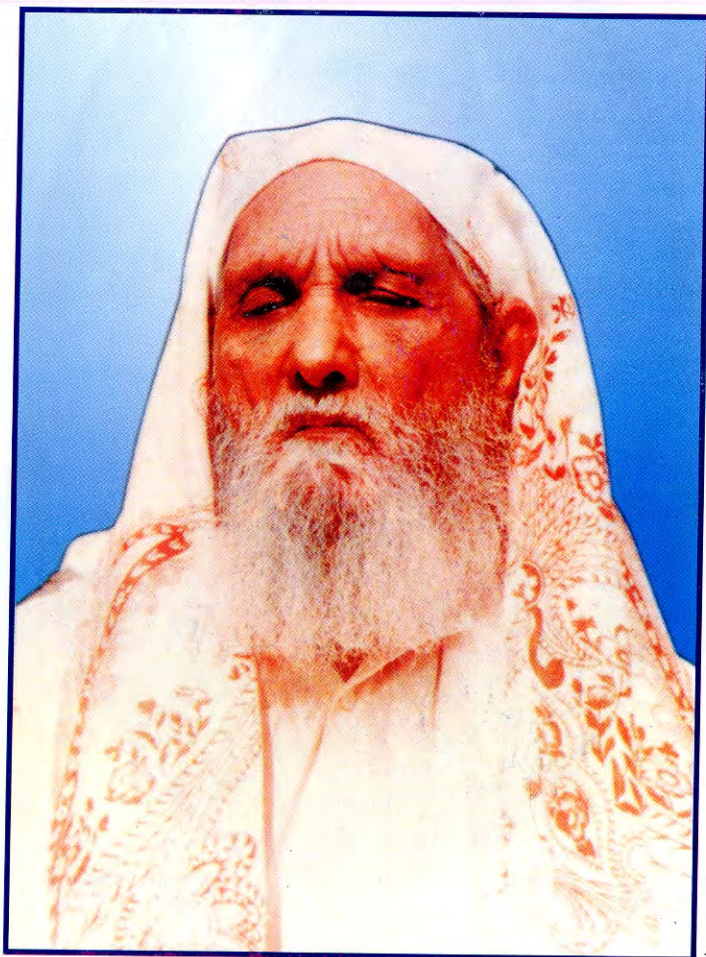
شبیہ مبارک

حضرت پیر سیّد خورشید الحسن خورشید شمسی

قادری، نوشاہیؒ

المعروف **پیر حسن شاہ** کملی پوش

کلی شریف نارووال

شبیہ مبارک بہ عہدِ شباب

حضرت پیر سیّد خورشید الحسن خورشید شمسی

قادری، نوشاہیؒ

المعروف **پیر حسن شاہ** کملی پوش

کلی شریف نارووال

شبیہ مبارک

صاحبزادہ حضرت سید **مظہر الحسن عرف چن پیر گیلانی**

قادری، نوشاہیؒ کلی شریف نارووال

خورشیدِ تاباں

احوال و مقامات حضرت پیر سیّد خورشید الحسن خورشید شمسی ، قادری ، نوشاہیؒ
المعروف پیر حسن شاہ کملی پوش، کلی شریف نارووال

مرتبہ

صاحبزادہ سیّد اظہر الحسن گیلانی ،قادری، نوشاہی

دربارِ عالیہ کلی شریف، نارووال

نام کتاب : خورشید تاباں (احوال حضرت پیر سیّد خورشید الحسن خورشید شمسی، قادری، نوشاہیؒ

المعروف پیر حسن شاہ کملی پوش، کلی شریف نارووال)

ترتیب : صاحبزادہ سیّد اظہر الحسن گیلانی

ناشر : دربار عالیہ کلّی شریف نارووال

بسعی و اہتمام : صاحبزادہ ڈاکٹر خضر نوشاہی ساہن پال شریف

طابع : سید اویس علی سہروردی

حروف چینی : گرافک اِن، فون:6363009

مطبوعہ : شرکت پرنٹنگ پریس

تاریخ : اکتوبر ۲۰۰۳، شعبان المعظم ۱۴۲۴

جلوۂ نورِ رسالتؐ نور جانِ پنجتن

شہسوار معرفت سرکارِ خورشید الحسن

فہرست

انتساب

اس عظیم و با برکت گلّی شریف کے نام جسے ہمارے جدّ امجد حضرت پیر سیّد شہسوار شمس غوث قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کے قدوم میمنت لزوم نے دنیائے تصوف و عرفان میں وہ عظمت و رفعت عطا فرمائی کہ اس سے ایک جہان فیض یاب ہوا۔

شاہاں چہ عجب گر بنوا زند گدا را

طالب نگاہ
سید اظہر الحسن گیلانی

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین وآلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ اجمعین ۔امابعد!

خالق کائنات نے نوع انسانی کی رشد و ہدایت کے لیے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ روز ازل سے آج تک کسی دور اور کسی علاقہ کے افراد کو اس نے اس نعمت سے محروم نہیں رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ختمی مرتبت حضور نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم تک یہ سلسلہ بذریعہ انبیاء علیہم السلام جاری رہا لیکن ختم نبوت کے بعد ہدایت انسانی کا یہ فریضہ صوفیائے کرام، اولیائے عظام اور علمائے ملت انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور

رشد و ہدایت کی خدمات صوفیہ کے تمام سلاسل نے انجام دی ہیں اور یہ انہی نفوس قدسیہ کی کوشش و کاوش کا فیضان ہے کہ کفرستان ہند میں توحید کی شمع روشن ہوئی اور بالآخر کائنات ارضی کے نقشے پر مملکت خداداد پاکستان کا وجود ابھرا۔

صوفیہ کے ان تمام سلاسل میں سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کو خدمت دین کا جو شرف و افتخار حاصل ہے وہ ''اظہر من الشمس'' ہے۔ بانی سلسلہ نوشاہیہ مجدد اکبر حضرت سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ(۹۵۹۔۱۰۶۴ھ) کی مساعی جمیلہ سے دو لاکھ **غیر مسلموں نے** حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت **حاصل کی۔ اس حقیقت کا** اعتراف غیر مسلم مؤرخین نے بھی کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: خطبات گارساں دتاسی اور دی پریچنگز آف **اسلام از** آرنلڈ The Preachings of Islam) اور **پھر** مجدد سلسلہ نوشاہیہ حضرت سید شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا، کتاب ''شریف التواریخ'' جو تین جلدوں میں نوہزار صفحات پر محیط ہے، اس پر شاہد ہے کہ گذشتہ تین صدیوں سے زیادہ عرصے سے سلسلہ نوشاہیہ نے کس تسلسل اور تواتر سے اصلاح و فلاحِ انسانیت کا خوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔

حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں خلفاء کی جو

منظم ٹیم تیار کی وہ ۲۲ خلفائے اکبر (بائیس صوبوں) ۵۲ خلفائے اصغر (۵۲ بانوا) اور ۷۲ صاحبانِ مجاز (۷۲ امراء) پر مشتمل تھی، جنہیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے آپ نے پنجاب، سندھ، ہندوستان، کشمیر، کابل اور قندھار کی طرف تبلیغ دین کے لیے بھیجا۔

سلسلہ نوشاہیہ کے جن نفوس قدسیہ نے اپنے بہترین اخلاق و کردار اور علم و عمل سے گلشن اسلام کی آبیاری کی، ان میں گلی شریف(حال نارووال) کے بزرگوں کا حصہ ناقابل فراموش ہے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد میں سے حضرت باباجی پیر سید شہسوار شمس غوث رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی و اسم گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ وہ بجا طور پر خانوادہ گیلانیہ اور نسبت نوشاہیہ سے آسمانِ عرفان و تصوف کے ''شمس'' بن کر افقِ عالم پر نمودار ہوئے اور ہندوستان کی تاریک فضاؤں کو منور کیا ۔ بعد ازاں ان کے خلیفہ و جانشین و فرزندِ ارجمند حضرت پیر سید صوفی خورشید الحسن خورشید پوش، فلک فقر کے ''خورشید'' ثابت ہوئے اور جن کے احوال و آثار پر مشتمل یہ کتاب بعنوان'' خورشیدِ تاباں'' پیش کی جارہی ہے، ان کی زندگی حقیقتاً ایک باعمل انسان کی زندگی تھی، جس کی تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بعد ازاں ان کے قابل فخر فرزندِ ارجمند حضرت پیرسید مظہر الحسن عرف

چن پیر رحمۃ اللہ ماضی قریب میں نہ صرف باعلم اور باعمل پیر طریقت تھے بلکہ ایک معروف اور بااثر سیاسی لیڈر بھی تھے، جنہوں نے دین ودنیا کے امور میں بڑا نام پیدا کیا۔ خداوند کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

اب اسی عظیم الشان خاندان دودمان سادات گیلانیہ کے چشم و چراغ عزیز القدر صاحبزادہ سید اظہر الحسن گیلانی طولعمرہ، جو نہ صرف اپنے اسلاف کے اعلی اوصاف و کردار کی عمدہ ترین یادگار ہیں بلکہ آستانہ عالیہ گُلّی شریف کے سجادہ نشین بھی ہیں، عصر حاضر میں انہوں نے اس آستانے کو جہاں شریعت و **طریقت کا** جامع لائق تحسین اور موجب رشک وتقلید گہوارہ **بنا دیا** ہے، **وہاں** انہوں نے اپنے اسلاف کے کارناموں اور ان کی **حیات طیبہ** کے احوال و آثار کو معرض تحریر میں لاکر محفوظ کرنے اور آئندہ نسل تک منتقل کرنے کا بھی عزم کیا ہے۔ بقول علامہ اقبال

یاد عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

چنانچہ اس ضمن میں سب سے پہلے انہوں نے اپنے جد امجد و دادا پیشوا حضرت پیر سید صوفی خورشید الحسن خورشید کے احوال و آثار کو موضوع تحریر بنایا ہے اور ''خورشیدِ تاباں'' کے نور افزاء نام سے

اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اپنے جدِامجد کے احوال لکھتے ہوئے انہوں نے اندھی عقیدت اور مبالغہ آمیزی سے ہرگز کام نہیں لیا بلکہ حقائق کو حقیقی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں بارگاہ رب العزّت میں دعا گو ہوں کہ ان کی اولین کاوش کو شرف پذیرائی عطا فرمائے اور ان کے اس عزم کو مزید استقلال اور تقویت عطا فرمائے تاکہ وہ اس سلسلہ کو جاری و ساری رکھیں۔ آمین! بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

سدا بہار دیویں اس باغے کدی خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاراں اتے ہر بھکھا پھل کھاوے

خاکپائے اہل اللہ
فقیر حقیر خضر نوشاہی عفی عنہ
دارالفقراء نوشاہیہ
ساہن پال شریف، ضلع منڈی بہاؤ الدین
۱۵۔شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ
مطابق ۱۱۔اکتوبر ۲۰۰۳ء

سخنانِ چند

محترم قارئین!

''خورشیدِ تاباں'' کا پہلا ایڈیشن آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنے آپ کو اس حوالے سے نہایت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ کتاب ہذا کی تکمیل و اشاعت کی سعادت مجھے نصیب ہوئی۔

اگر چہ اس کتاب کو کافی عرصہ قبل منظر عام پر آجانا چاہیے تھا لیکن بعض ناگزیر وجوہ تاخیر کا باعث بنیں اور شاید ذات باری تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔

کتاب ہذا کا ابتدائی مسودہ حضرت صاحب کے مرید خاص محترم مقبول انور داؤدیؒ نے تیار کیا تھا۔ایک تو یہ مسودہ نامکمل تھا اور دوسرا بہت ساری اہم باتوں کا تذکرہ اس میں شامل نہیں تھا چنانچہ اس کو نئے سرے سے مرتب کرنا پڑا۔ اس کتاب کی تیاری میں بہت سی مشکلات درپیش رہیں کیونکہ حضرت صاحب کے دور

کے تمام وہ لوگ جنھیں آپ کی رفاقت کا شرف حاصل رہا اور ان سے مستند معلومات مل سکتی تھیں، اس جہان فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔

لیکن اندریں حالات اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی اور حضرت قبلہ عالمؒ کی نگاہِ کرم نے میرے لیے یہ کام انتہائی آسان کر دیا۔

اس میں جو باتیں اور حوالہ جات شامل ہیں وہ انتہائی مستند ہیں جس بات میں تھوڑا سا بھی شک گزرا ہے اسے شامل تحریر نہیں کیا گیا۔

کتاب ہذا کی تحریر میں زیادہ تر معاونت صوفی مقبول انور داؤدیؒ کے تحریر کردہ مسودہ، رسالہ شمس المشائخ اور اپنے والدِ گرامی و مرشدی حضرت سید مظہر الحسن کے فرمودات سے حاصل کی گئی ہے۔

مریدین و متعلقین سے گذارش ہے کہ وہ کتاب میں جس جگہ بھی تصحیح یا اضافہ کی ضرورت محسوس کریں یا اگر کوئی ایسا واقعہ یا اہم بات جس کو کتاب میں شامل کرنا ضروری سمجھیں، براہ کرم تحریراً یا زبانی راقم کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ جب دوسرا ایڈیشن شائع کیا جائے تو اس میں ان تمام باتوں کو شامل کیا جا سکے۔

آپ احباب کے تعاون سے ہماری کوشش ہوگی کہ دوسرا ایڈیشن جلد منصۂ شہود پر آسکے جس میں حضرت قبلہ کی حیات طیبہ کے جو پہلو تشنہ تحریر رہ گئے ہیں ان کا احاطہ کیا جائے نیز آقائی و مرشدی حضرت سید مظہر الحسن چن پیرؒ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا اضافہ بھی کیا جائے گا۔انشاء اللہ

آخر میں میں حضرت قبلہ ڈاکٹر خضر نوشاہی مدظلہ العالی کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی رہنمائی میں یہ کتاب تکمیل کے مراحل طے کر سکی اور جن کی محبت و شفقت ہمیشہ میرے ساتھ شامل رہی ہے۔ استاد محترم پروفیسر عبدالعزیز پرواز صاحب کا بھی میں سپاس گزار ہوں جنہوں نے کتاب ہذا کا بغور مطالعہ فرمایا اور اصلاح فرمائی۔ میں ان تمام احباب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے فرضِ منصبی کا خیال کرتے ہوئے جملہ معلومات بہم پہنچائیں۔

صاحبزادہ سید اظہر الحسن گیلانی

باب اول

حسب و نسب / خاندانی پس منظر

خاندان نبوت نے دین اسلام کی سربلندی اور ترویج و اشاعت کے لیے جو بے دریغ قربانیاں دی ہیں اور گلشن اسلام کی جس طرح اپنے خون جگر سے آبیاری کی ہے وہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک یہ خاندان دینِ اسلام کی خدمت کے لیے قربانی کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ شعب ابو طالب، ہجرت، غزوات، عہد خلفائے راشدین اور کربلائے معلیٰ سے یہ سلسلہ چلتا ہوا آج تک تسلسل و تواتر سے جاری و ساری ہے۔ اسی خاندانِ اہل بیت میں سے چشم فلک نے ایک عظیم ہستی حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا۔ جن کا لقب ہی ''محی الدین'' یعنی دین کو زندہ کرنے والا ہے اور یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ سے نسبت رکھنے

والے سلسلہ قادریہ کی دینی، روحانی اور علمی و عملی خدمات لوح کائنات پر یوں مزین ہیں کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اسی عظیم الشان خاندان کی اعلیٰ خدمات و روایات کے امین حضرت بابا جی شہسوار شمس غوث رحمۃ اللہ علیہ تبلیغِ دین کے خوشگوار فریضہ کی ادائیگی کے لیے اپنے بزرگوں کی دعاؤں کی تائید سے میدان عمل میں اترے اور ایک دنیا کو ظلمتِ کفر سے نکال کر نورِ توحید سے منور فرمایا۔

کیوں نہ ہم اس بطل جلیل کا مختصراً تعارف کراتے چلیں تاکہ پیشِ نظر موضوع کی مزید وضاحت اور صراحت ہو سکے۔

حضرت بابا سیّد شہسوار شمس غوثؒ کی ولادت 1855ء میں ہوئی جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی ان ساعات میں آپ کے والد گرامی سید عمر حیات شاہؒ حسب معمول اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔ جب آپ فارغ ہو کر اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو سب احباب نے آپ کو مبارک باد پیش کی۔ اس عظیم خوش خبری کے سنتے ہی آپ واپس اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ نوافل ادا کئے اور بارگاہ ایزدی میں ایک طویل سجدہ شکر ادا کیا۔ حضرت صاحب کی عمر جب چار سال چار ماہ اور چار دن ہوئی

تو آپ کے چچا سید حیدر علی شاہؒ نے ابتدائی تعلیم کے لیے اس وقت کے عظیم المرتبت استاد میاں رکن الدین صاحب سے رسم بسم اللہ کروائی۔ آپ نے جلد ہی عربی، فارسی و دیگر درسی کتب پر عبور حاصل کر لیا۔ اردو کی رائج الوقت تعلیم میں جناب مہتاب علی خان اور جناب محکم دین آپ کے استاد تھے۔ اس طرح آپ نے انتہائی کم عمری ہی میں دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد آپ روحانی تعلیم و تربیت کے لیے اپنے خالو جناب سید بھولے شاہ صاحبؒ کے پاس آ گئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور کافی عرصہ آپ کی خدمت میں رہ کر اکتسابِ فیض کیا۔

جب مرشد نے دیکھا کہ آپ فیضِ روحانی سے مالا مال ہو گئے ہیں تو آپ کو خلافت سے نوازا اور مزید روحانی مدارج کے حصول کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حسب الحکم مرشد پاک آپ نے موضع ''سکے کے'' کے نزدیک دریائے راوی کے کنارے گلّی میں قیام فرمایا اور مجاہدات شاقہ کا آغاز کیا اور مسلسل تیں، پینتیس سال تک اسی حالت میں یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ اس دوران میں آپ سے بے شمار کرامات اور واقعات ظہور پذیر ہوئے اور یہ پورا علاقہ آپ کی نگاہ کرم سے فیض یاب ہوا۔ والدہ محترمہ کے حکم کے

مطابق آپ نے شادی کی اور آخری حصہ عمر میں جناب کے مشکوئے معلیٰ میں حضور سید خورشید الحسن کا وجود مسعود ظہور میں آیا۔

آپ کا وصال مبارک ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں ہوا اور گُلی شریف ککے کے میں مدفون ہوئے۔ تقریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد آپ کے حکم سے مزار شریف کو کھود کر آپ کا تابوت باہر نکالا گیا۔ تو آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ نہ صرف تابوت صحیح و سلامت تھا بلکہ معطر تھا۔ جس کی خوشبو فوراً ارد گرد پھیل گئی، تابوت نکالنے کے فوراً بعد اس جگہ پر دریائے راوی کا پانی آ گیا چنانچہ آپ کو دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ تقریباً بیس سال کا عرصہ گزرنے کے بعد پھر آپ کا حکم ہوا کہ تابوت کو نکالا جائے چنانچہ تیسری بار پھر تابوت مبارک نکالا گیا اور نارووال شہر دربار گُلی شریف میں مزار اقدس بنایا گیا۔

شجرہ نسب:

اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔
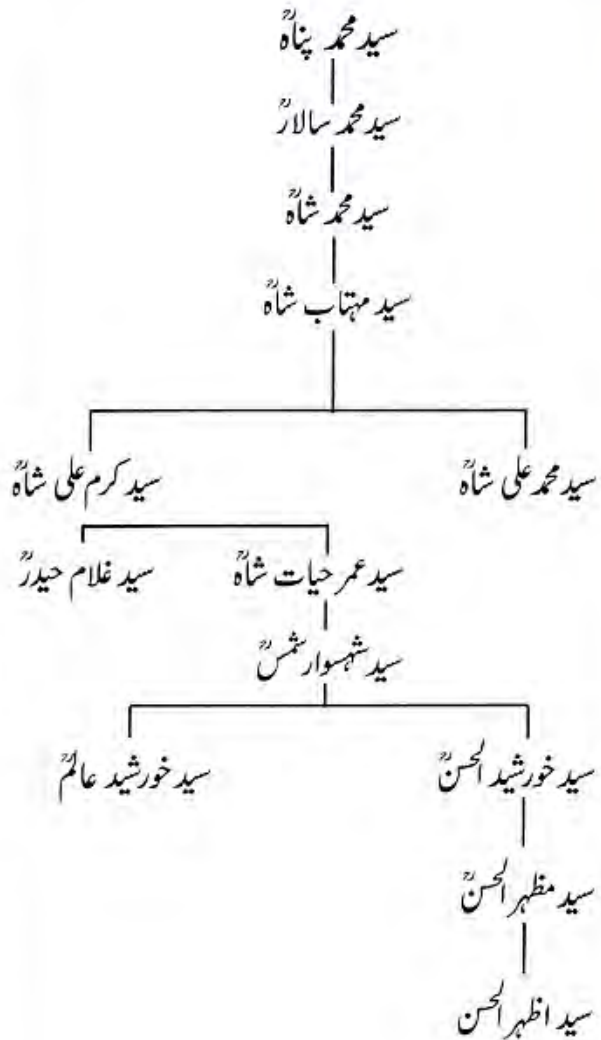
ولادت با سعادت

حضرت پیر سید خورشید الحسن نے ۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹ مارچ ۱۹۰۶ء اس جہانِ آب وگل میں آنکھ کھولی۔ آپ کی ولادت باسعادت ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ضلع گورداس پور تحصیل بٹالہ کے ایک گاؤں روال شریف میں ہوئی۔

اسم گرامی:

آپ کا نام نامی و اسم گرامی ''خورشید الحسن خورشید'' ہے جبکہ آپ پیر حسن شاہ اور کملی پوش کے لقب سے معروف ہوئے۔

عہدِ طفولیت:

یہ ایک حسن اتفاق تھا کہ آپ کی ولادت ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو اپنے علم وعمل اور اخلاص و ایثار اور عادات و خصائل کے اعتبار سے معاشرے میں ممتاز مقام رکھتا تھا چنانچہ جہاں طبعاً و

فطرتاً آپ نیک سرشت لے کر پیدا ہوئے وہاں آپ کے روح پرور اور ایمان افروز گھریلو ماحول نے بھی آپ کی طبیعت پر انتہائی خوشگوار اثرات مرتب کیے یہی وجہ تھی کہ آپ بچپن ہی سے عام بچوں میں ممتاز نظر آتے تھے۔ آپ کی نشست و برخاست منفرد تھی۔ آپ اخلاق و شرافت، طہارت و نفاست کا پیکر تھے۔ علم و حیا آپ کا امتیازی وصف تھا۔

آپ کو بچپن ہی میں اپنے والد گرامی کی جو شفقت و صحبت نصیب ہوئی اس نے آپ کی پوری زندگی کی سیرت کی اعلیٰ اور عمدہ بنیاد فراہم کی اور انہی سے دینِ اسلام کی حقیقی تعلیم، روحانی کیف اور صوفیائے کرام سے عقیدت و محبت آپ کو ورثہ میں ملی۔ جو آگے چل کر آپ کی حیات طیبہ پر بے حد اثر انداز رہی۔

استادِ محترم کا بیان

صوفی مقبول انور داودی اعزازی ایڈیٹر شمس المشائخ نے آپ کے استادِ محترم مولانا نظام الدین قیس سے آپ کے بچپن کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ ''۱۹۱۶ء میں ہر دو روال کے پرائمری سکول میں پڑھاتا تھا۔ جس میں ایک لڑکا خورشید الحسن پڑھتا تھا۔ جسے سب حسن شاہ کے نام سے پکارتے تھے۔ میں نے اس بچے میں عجیب و غریب خوبیاں دیکھیں۔ انتہائی مؤدب اور

سعادت مند بچہ جو سب کی نگاہوں کا مرکز تھا اس کا طرزِ کلام، نشست و برخاست، حرکات و سکنات اور اخلاق و کردار دوسرے تمام بچوں سے ممتاز تھا۔ میں نے کبھی اسے ہم جولیوں سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا۔ جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اس ہونہار بچے کے ساتھ میرا تین سال تک تدریسی تعلق رہا۔ وہ تمام معائب سے پاک تھا۔ ہر دیکھنے والا اس کے حسن اخلاق، مؤدبانہ لہجہ اور پاکیزگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ ہر وقت خدا اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام انتہائی عقیدت و محبت سے لیتا۔ میرے احباب یہ کہتے اور میں تائید کرتا کہ حسن ایک دن ضرور اللہ کا برگزیدہ بندہ ثابت ہوگا۔ بچپن میں دنیا سے اس کی بے نیازی اور احکام الٰہی کی بجا آوری اس کے عارف باللہ ہونے کا پیش خیمہ نظر آتی تھی۔

تعلیم و تربیت و سلسلہ طریقت:

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ آپ نے جس گھر میں آنکھ کھولی وہ علم و ادب کا گہوارہ تھا اور آپ کے والد محترم ایک ولی کامل تھے جن کی صحبت میں آپ نے پرورش پائی۔تاہم ظاہری تعلیم کے لیے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں آپ نے مولانا نظام الدین قیس ساکن کوٹلی افغاناں (تحصیل شکرگڑھ) کے سامنے زانوئے

تلمذ تہہ کیا اور ابھی اڑھائی سال ہی گزرے تھے کہ آپ کے والدِ محترم کا سایۂ شفقت آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ جس کے نتیجے میں گھر کی تمام ذمہ داریاں آپ کے ناتواں کندھوں پر آپڑیں۔

سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں آپ نے والدِ محترم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور نوعمری ہی میں اپنے شیخ طریقت کی توجہ اور تربیت سے سلوک کی منازل طے کر لیں۔

ازدواج و اولاد:

سنتِ نبوی کے اتباع میں آپ نے عقد مسنونہ بھی کیے۔ مختلف حالات کے پیش نظر آپ کو تین بار اس سنت نبوی کی سعادت حاصل ہوئی ۔ آپ کی تیسری شادی دینا نگر کے ایک معروف سید خاندان میں ہوئی چونکہ اللہ تعالیٰ اس دینی اور روحانی گھرانے کی خدمات کا استمرار اور دوام چاہتا تھا چنانچہ تیسری زوجہ محترمہ سے ۱۷ ستمبر ۱۹۴۹ء کو صاحبزادہ سید مظہر الحسن عرف چن پیر گیلانی کی ولادت ہوئی۔

*****

باب سوم

ریاضت و مجاہدہ

آپ ابھی بارہ سال ہی کے تھے کہ جب آپ کے والد گرامی کا وصال ہوا اور یوں گھر کی تمام ذمہ داری آپ کے ناتواں کندھوں پر آپڑی لیکن آپ نے بڑی ہمت اور جرأت اور خندہ پیشانی سے اسے سنبھالنے کا آغاز کیا چونکہ آپ کی طبیعت بچپن ہی سے دین کی طرف راغب تھی۔ اس لیے آپ کو جتنا وقت بھی میسر ہوتا آپ اپنے پیر و مرشد کے بتائے ہوئے اورادو وظائف اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔

صائم الدّائم:

جب آپ کی عمر ۱۹ برس کی ہوئی تو آپ نے والدہ محترمہ سے اجازت طلب کی اور پوری یکسوئی اور دلجمعی سے یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور نفلی روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ اس دوران آپ تمام دنیاوی معاملات سے بے خبر صرف یاد الٰہی میں مشغول رہتے اور مسلسل بارہ سال تک روزے رکھے۔

اعتکاف:

مسلسل بارہ سال صائم الدّائم رہنے کے بعد آپ نفلی اعتکاف کی طرف راغب ہوئے چنانچہ اپنے ایک خادم خاص صوفی امانت علی نعمت کو ہمراہ لے کر ایک ایسی جگہ کی تلاش میں چل نکلے جہاں بالکل تنہائی اور یکسوئی میسر آئے ۔اس مقصد کے حصول کے لیے بالآخر آپ کو ایک ایسی جگہ پسند آئی جو نالہ کرن سکی کے ساتھ واقع تھی۔ یہ جگہ ہردوروال ضلع گورداس پور اور ضلع امرتسر کے سرحدی علاقہ پر واقع تھی۔

یہاں ایک چھوٹی سی کُلی بنائی۔ جس میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی آرام سے بیٹھ سکے۔ اس کلی میں آپ نے مسلسل چار سال خشوع وخضوع سے یاد الٰہی میں گزارے۔ اس دوران آپ دنیاوی امور سے بالکل قطع تعلق رہے اور فقط ذاتِ باری تعالیٰ سے اپنا تعلق استوار رکھا۔

ریاضت و مجاہدہ میں صبر و استقلال کا یہ عالم تھا کہ آپ نے خوراک سے بھی مکمل اجتناب رکھا۔صرف دودھ یا الائچی سے روزہ رکھتے اور افطار فرماتے۔چار سالہ اعتکاف میں یہی معمول رہا لیکن بعد میں بھی عمر بھر آپ قلت الطّعام پرعمل پیرا رہے اور سفر و حضر میں ہمیشہ روزے سے ہوتے۔

*****

باب چہارم

معمولات

آپ کی پوری زندگی سنت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کا عملی نمونہ تھی۔ جسمانی وضع قطع سے لے کر لباس کی تراش خراش تک آپ ہر امر میں اتباع سنت کا خاص لحاظ فرماتے تھے۔ صائم الدّائم تو تھے ہی لیکن تمام عمر فرضیت صلوۃ (نماز) کی ادائیگی میں بے حد کوشاں رہے۔ نماز کی ادائیگی بڑے اہتمام اور خشوع وخضوع سے فرماتے تھے بلکہ نوافل کی نماز میں بھی خاص اہتمام فرماتے اور مریدین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔

سادات کرام اور حفاظ کرام کا احترام:

آپ سادات کرام اور حفاظ حضرات کا بالا لتزام احترام فرماتے اپنی مجلس میں سادات کرام کو اپنے دائیں طرف بٹھاتے اور حفاظ اپنے بائیں جانب بٹھاتے اگر ان میں سے کوئی بات کرنا چاہتا تو توجہ اور انہماک سے سماعت فرماتے اور مشائخ عظام اور

سادات کرام میں سے جب بھی کوئی بزرگ تشریف لاتا تو آپ انتہائی پرتپاک طریقے سے استقبال فرماتے اور الوداع کرتے وقت عقیدتاً نذرو نیاز بھی پیش کرتے۔ آپ کا یہ معمول زندگی بھر رہا آپ کے اسی حسن اخلاق کے باعث اکثر علماء و مشائخ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور اس حاضری کو اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے کیونکہ آپ اسی ادب و احترام کے ماحول میں بیشتر علماء و مشائخ کی اصلاحِ احوال بھی فرماتے تھے۔

والدہ محترمہ کا احترام:

آپ بچپن ہی سے والدہ کا بے حد احترام کرتے تھے ۔ والدہ کے حکم کو ہمیشہ اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے اور ہر کام کرنے سے پہلے اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت طلب کرتے۔ حتیٰ کہ جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو والدہ صاحبہ سے اجازت طلب کرتے اور پھر رخصت ہوتے۔ بعض اوقات اگر والدہ صاحبہ کسی وجہ سے اجازت مرحمت نہ فرماتیں تو آپ سفر کا ارادہ ترک فرما دیتے اور اپنے کسی خلیفہ یا معتمد خاص کو بھیج دیتے۔ والدہ ماجدہ کی طرف کبھی پشت نہیں کرتے تھے ۔ حتیٰ کہ گھر سے جب بھی والدہ ماجدہ کی اجازت سے سفر پر روانہ ہوتے تو تانگہ کی پچھلی نشست پر تشریف رکھتے اور واپسی پر اسٹیشن سے گھر تک تانگہ کی اگلی نشست پر بیٹھتے تھے

تاکہ دونوں صورتوں میں والدہ ماجدہ کی طرف پشت نہ ہو۔

کمبلی پوش:

گذشتہ صفحات میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت پیر خورشید الحسن خورشید رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اتباع رسولؐ کا عملی نمونہ تھی، اس ضمن میں آپ کا یہ دستور زندگی بیان کرنا بے حد ضروری ہے کہ آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''کالی کمبلی'' کی سنت مبارکہ کو تازیست بڑی عقیدت و محبت سے اپنائے رکھا۔ کالی کمبلی کی نسبت تو سبھی صاحبانِ دل جانتے ہیں لیکن بعض اہل علم نے تو لفظ صوفی کی تحقیق میں اس کو ''صوف'' سے مشتق قرار دیا ہے کہ صوفیہ کرام صوف کا لباس پہنتے تھے اور اسی نسبت سے انہیں صوفی کہا جاتا تھا مگر ہمارے حضرت صاحب نے زندگی بھر کالی کمبلی کی عزت و حرمت کو نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے قائم رکھا اور اسے اوڑھنے کی بجائے لپیٹ کر اپنے گلے میں ڈالے رکھا استراحت فرماتے وقت گلے سے اتار کر احتراماً سرہانے رکھ لیتے اور بیدار ہوتے ہی پہلے فوراً کالی کمبلی کو گلے میں ڈال لیتے۔ دوران سفر کبھی کبھی کندھے پر بھی رکھ لیتے تھے لیکن اکثر گلے میں ہی ڈالتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کمبلی پوش کے لقب سے معروف ہوئے۔

خاموشی:

آپ کا ساری زندگی یہ معمول رہا ہے کہ فجر تا اشراق اور بعد از عصر تا نماز مغرب سکوت اختیار فرماتے تھے اور اس دوران خاموشی سے اورادو وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ اس عمل کو بھی آپ نے زندگی بھر اپنائے رکھا۔ جس وقت آپ خاموشی اختیار فرماتے تھے اس وقت کسی کو بھی آپ سے ہم کلام ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

مزارات پر حاضری:

بزرگان دین کے مزارات پر حاضری بھی آپ اتباع سنت کا حصہ سمجھتے تھے، کیونکہ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی مرقد منورہ پر حاضری دی یا حضرت امیر حمزہ اور دیگر صحابہ، شہدائے بدر یا جنت البقیع وغیرہ میں تشریف لے جاتے تھے اسی طرح حضرت پیر حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض بزرگوں کے مزارات پر حاضری کو معمول بنائے رکھا اور اسے اپنی روحانی نسبت کو استحکام و دوام کا ذریعہ سمجھا۔

چونکہ آپ کا سلسلہ تو قادری نوشاہی تھا۔اس لیے حضرت نوشہ گنج بخشؒ (ساہن پال شریف) اور حضرت پاک رحمان نوشاہیؒ (بھڑی پاک رحمان) تو یقیناً اپنی نسبت طریقت کے حوالے سے تشریف لے

جاتے تھے لیکن حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے آستانوں پر باقاعدگی سے حاضری دیتے تھے۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر ہرسال حاضری دیتے رہے لیکن حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر ہر ماہ کی نوچندی جمعرات کو لازماً حاضری دیتے۔

پاکستان بننے سے قبل آپ جب ہر دوروال سے داتا گنج بخشؒ کی حاضری کے لیے لاہور آتے تو گھر سے گھوڑی پر جسٹر ریلوے اسٹیشن تک آتے اور وہاں سے بذریعہ ٹرین لاہور پہنچتے پھر قیام پاکستان کے بعد نارووال سے بذریعہ ریل لاہور تشریف لے جاتے۔ حاضری کا یہ معمول زندگی بھر قائم رہا۔

حضور داتا گنج بخشؒ سے آپ کی خاص قلبی و روحانی وابستگی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے نام کے ساتھ قادری نوشاہی نسبت کے علاوہ گنج بخشی بھی ضرور لکھتے تھے اور معمول کی ماہانہ حاضری کے علاوہ آپ جب کبھی لاہور کی جانب تشریف لے جاتے تو داتا صاحب ضرور حاضری دیتے۔ آپ کی حضور داتا صاحبؒ سے نسبت و محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس کی تعمیر ثانی کے وقت آپ نے اپنے والد گرامی کے ایصال ثواب کے لیے وہاں ایک پتھر نصب کرنے کا

ارادہ کیا لیکن دعا یہ کی کہ یا تو بالکل قدموں میں یہ پتھر نصب ہو یا
پھر عین سرہانے کی جانب لگایا جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا
قبول فرمائی اور آپ کا تیار کردہ پتھر عین شمال کی جانب مزار اقدس
کی بیرونی دیوار میں جالی کے نیچے نصب کیا گیا جو کہ آج بھی
موجود ہے، الحمداللہ علیٰ ذالک۔

گیارہویں شریف:

حضور غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نسبت مبارکہ سے
عامتہ المسلمین بالعموم اور وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ بالخصوص ختم
گیارہویں شریف کا ہر ماہ اہتمام کرتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ
گیارہویں شریف کے جواز اور عدم جواز پر بھی بحثیں ہوتی رہتیں
ہیں۔ بزرگان دین اور مشائخ عظام کا یہ معمول چلا آرہا ہے اور
اس کے برصغیر پاک و ہند پر کس قدر خوشگوار اثرات مرتب
ہوئے۔ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ ہر ماہ
کہ ایک معیّنہ تاریخ کو روزانہ کی روش سے ہٹ کر کچھ زیادہ ہی
لنگر کا اہتمام کر لیا جاتا ہے اور عوام الناس کو اس روز شرکت کی
دعوت عام ہوتی ہے جب لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں تو بزرگان دین
ان لوگوں سے دین اسلام کی باتیں کرتے ہیں اور وعظ و نصیحت
کے بعد انہیں کھانا (لنگر) کھلایا جاتا ہے۔تبلیغ دین کے ضمن میں یہ

ایک ایسا خوبصورت نظام ہے کہ جس کی افادیت دیگر طریقہ ہائے
تبلیغ سے کہیں زیادہ ہے مثلاً جب ایک مخصوص تاریخ متعین کر دی
جاتی ہے تو اس پروگرام یا محفل میں شامل ہونے والوں کے لیے
کوئی ابہام نہیں رہتا کہ کس روز یا کس تاریخ کو اس محفل میں جایا
جائے جس میں روحانی و جسمانی خوراک و تبرک ملنے کی امید ہوتی
ہے اور تاریخ کے تعین کے بعد اس روز لنگر کا اہتمام کرنا خود حکم
الٰہی کی تائید ہے کیونکہ مسافروں اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانا تکذیب
دین ہے جیسا کہ سورۃ الماعون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا یحض علیٰ طعام المسکین

''اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے''

چنانچہ جب معیّنہ تاریخ کو لوگ معیّنہ جگہ پر جمع ہوتے ہیں تو
گیارہویں شریف کا اہتمام کرنے والے حضرات ان مہمانوں کو
قرآن حکیم، حدیث نبویؐ، آثارِ صحابہ اور اولیائے کرام کے احوال
سناتے ہیں۔ بارگاہ رسالتؐ میں ہدیہ نعت اور درود و سلام پیش کیا
جاتا ہے، دعائیں ہوتی ہیں اور پھر ان تمام مہمانوں کو لنگر بھی کھلایا
جاتا ہے اور تبرک بھی دیا جاتا ہے۔

یہی ہے وہ رسم و شیوہ گیارہویں شریف کا جسے بزرگانِ دین
نے اپنایا ہوا ہے۔ ہمارے حضرت صاحب قبلہ بھی ہر ماہ گیارہویں

شریف کے ختم پاک کا اہتمام فرماتے تھے اور اس مبارک کام کے لیے انہوں نے ہر ماہ کی ۹ تاریخ کے بعد آنے والی جمعرات کا دن مقرر فرمایا ہوا تھا۔اس روز لنگر کا وسیع انتظام ہوتا اور بعد از عشاء محفل نعت و وعظ و تذکیرہوتی تھی جس میں ملک کے بڑے بڑے علماء کو دعوت خطاب دی جاتی تھی ۔ مریدین، احباب اور عام اہل اسلام کثیر تعداد میں اس محفل میں شریک ہوتے اور ایک انتہائی پاکیزہ، روح پرور اور ایمان افروز پروگرام ہوتا تھا۔ ہر مہمان کی عزت او ر قدر کی جاتی تھی۔ نعت خوان حضرات، حفاظ کرام، مشائخ عظام اور علماء ذی احتشام کی خوب خدمت کی جاتی تھی،لنگر شریف کے علاوہ تبرک بھی دیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں مریدین کی روحانی اصلاح و تربیت بھی ہوتی تھی اور یہی مقصد تھا ہر ماہ ختم گیارہویں شریف کا جسے پورے اہتمام اور ذوق و شوق سے آپ نے تمام عمر جاری رکھا۔

*****

باب پنجم

عادات و خصائل

لباس:

آپ انتہائی نفیس طبع اور پاکیزہ صفات کے حامل تھے ۔ لباس کے معاملے میں بھی آپ حد درجہ نفیس اورمحتاط تھے۔ آپ ہمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے جوقمیض شلوار اورکبھی سفید تہ بند پر مشتمل ہوتا تھا۔ سر پر سفید رومال رکھتے تھے اون کی کالی کمبلی رومال میں لپیٹ کر گلے میں ڈال لیتے تھے اور پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں پہنتے۔

نفاستِ طبع اس قدرتھی کہ جو چادر یا کھیس اوپر لے کر سوتے تھے یا آرام فرماتے تھے اس پر ایک طرف مخصوص نشان لگوالیتے تھے تاکہ منہ کی طرف آنے والا کونہ پاؤں کی طرف یا پاؤں کی طرف والا کونہ منہ کی طرف نہ آجائے۔ موسم سرما میں واسکٹ اور شیروانی وغیرہ بھی پہنتے تھے اور شیروانی میں جیبی گھڑی بھی لگاتے تھے۔

تمام عمر آپ نے طہارت کے پیش نظر اپنے کپڑے دھوبی سے نہیں دھلوائے کیونکہ اس میں شک رہتا تھا کہ نجانے وہ پاکیزگی، صفائی اور طہارت کا پورا انتظام کرے یا نہ۔

خوراک:

آپ بہت قلیل خوراک کھاتے تھے اکثر روزہ سے ہی ہوتے اور روزہ بھی دودھ یا نمک سے افطار فرماتے تھے۔ ہفتہ میں کم از کم دو بار جَو کی روٹی مرغی کے شوربے سے تناول فرماتے۔ گوشت سے اکثر پرہیز فرماتے۔ گندم کی روٹی بہت کم کھاتے تھے۔ کھانے پینے کی اتنی رغبت نہیں تھی۔ تاہم اس ضمن میں حد درجہ پرہیز گار واقع ہوئے تھے۔ سفر میں بھی آپ کا خادمِ خاص ہی آپ کے لیے کھانا تیار کرتا تھا اور آپ کھانا تنہائی میں تناول **فرماتے تھے** ۔ سفر و حضر میں آپ کے استعمال میں آنے والے **پانی اور** کھانے کے برتن مخصوص ہوتے تھے۔ بازار کی بنی ہوئی چیزوں **اور** کھانوں سے یکسر پرہیز فرماتے تھے۔

پرہیز گاری کے ضمن میں آپ کی زندگی کے چند معمولات کا ذکر بے حد ضروری ہے جس سے آپ کے تقویٰ اور نفاست طبع کا پہلو مزید نمایاں ہوتا ہے۔

وضو:

آپ اکثر اوقات باوضو ہی رہا کرتے تھے لیکن وضو کرتے وقت کافی پانی استعمال فرماتے اور ہر عضو کو دھونے میں مبالغہ فرماتے تھے۔ وضو کا لوٹا مخصوص تھا لیکن وضو کرتے وقت استعمال شدہ پانی ایک برتن میں گراتے تھے اور وہ پانی کسی مخصوص جگہ پر پھینکا جاتا تھا استعمال شدہ پانی کے لیئے برتن کا استعمال ایک تو اس وجہ سے تھا کہ چھینٹے نہ اڑیں تاکہ لباس متاثر نہ ہو دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کے جسمِ اطہر سے لگ کر آنے والا پانی کسی گندی جگہ پر نہ چلا جائے ۔ آپ کے خدام اس بات کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔

مصافحہ کا مخصوص طریقہ:

آپ مصافحہ کرتے وقت اکثر اپنے ہاتھ پر رومال لپیٹ لیتے تھے۔اگر کسی بزرگ یا محترم شخصیت سے بغیر رومال لپیٹے مصافحہ کر لیتے تو اسے تو محسوس نہ ہونے دیتے لیکن اپنا وہ ہاتھ اپنے جسم کو نہ لگنے دیتے اور مہمان کے جانے کے بعد ہاتھ دھو لیتے علاوہ ازیں کسی شخص کو بھی اجازت نہ تھی کہ وہ آپ کے جسم مبارک یا لباس کو ہاتھ لگائے یا چھوئے۔ یہ آپ کی پرہیز گاری اور تقویٰ شعاری کا ایک مخصوص طریقہ تھا۔ جو تازیست قائم رہا۔

نقاب پوشی:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی دونوں طرح کے حسن و جمال سے خوب نوازا تھا۔ آپ انتہائی خوبصورت تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتے ہی لوگ آپ پر فریفتہ ہو جاتے تھے چنانچہ نوجوانی میں آپ اکثر اپنے روئے اقدس پر نقاب ڈال لیا کرتے تھے تاکہ دیکھنے والوں کی توجہ سے آپ کے معمولات میں فرق نہ آئے۔

سفر کے معمولات:

آپ چونکہ ''سیروافی الارض'' کے حکم الٰہی کے مطابق اکثر سفر فرمایا کرتے تھے، جس کی غرض و غایت رضائے الٰہی کے حصول کے لیے تبلیغ دین اور بندگان خدا کی تربیت اور اصلاح و فلاح ہوتی تھی چنانچہ سفر پر روانہ ہونے سے قبل آپ اپنی والدہ محترمہ سے اجازت طلب کرتے اور پھر چند خدام جو آپ کی عادات مبارکہ سے آگاہ ہوتے تھے انہیں اپنا ہم سفر بنا لیتے ۔ سفر کے لیے گھر سے ایک لوٹا، مصلیٰ، چادر اورزادِ راہ یعنی سفر خرچ لے کر روانہ ہوتے ۔ ریل کا سفر آپ کو زیادہ مرغوب تھا۔ ریل میں بیٹھتے وقت یہ بات خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے کہ پشت خانہ کعبہ کی طرف نہ ہو۔ آپ کے خدام نشست کو اچھی طرح صاف کر کے

اور سفر کی چادر تہ کر کے اس جگہ پر بچھا دیتے جس پر آپ تشریف رکھتے۔ اپنے تمام ہمسفر افراد کا کرایہ اور دیگر اخراجات خود برداشت فرماتے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔

*****

باب ششم

خدمت خلق

صوفیہ عظام اور بزرگان دین نے مخلوقِ خدا کی خدمت کو ہمیشہ اپنے اوپر لازم رکھا اور اس فریضہ کی ادائیگی میں ہمیشہ کوشاں رہے تاکہ جہاں اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مقصود تھی۔ وہاں یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ ان کے حسنِ اخلاق اور اخلاص و ایثار سے متاثر ہو کر لوگ دین اسلام کی طرف راغب ہوں چنانچہ خدمت خلق بھی تبلیغ دین کی ہی ایک جہت ہے جس پر بزرگان دین ہمیشہ کار بند رہے۔

ہمارے آقا و پیشوا حضرت پیر حسن شاہ رحمۃ اللہ نے بھی زندگی بھر خدمت خلق کے ضمن میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرمایا اگرچہ ان کی تمام زندگی خدمت خلق سے عبارت ہے جسے احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں تاہم مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق چند واقعات بیان کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین کو ان کے جذبہ خدمت

خلق اور ایثار و اخلاص کا اندازہ ہو سکے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی آپ کی سیرت کا ایک اہم اور خاص پہلو ہے۔ گویا آپ کا یہ محبوب ترین مشغلہ تھا ہر آنے والے مہمان کی عزت اور خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ شب و روز مہمانوں کی آمد کا سلسلہ تو ہمیشہ جاری رہا لیکن آپ نے ان کی خدمت اور مہمان نوازی میں کبھی بھی فرق نہیں آنے دیا۔ موسم کے لحاظ سے خوراک، بستر اور ٹھنڈے وگرم مشروب کا ضرور اہتمام فرماتے تھے اکثر رات گئے پھر پتہ کرواتے کہ کوئی مہمان کھانا کھانے سے محروم تو نہیں رہا۔ چارپائی اور بستر کی کسی کو ضرورت تو نہیں، جب یقین ہوجاتا کہ سب ٹھیک ہے تو پھر آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے یا آرام فرماتے۔آپ کے آستانہ عالیہ پر لنگر شریف کا خصوصی اہتمام تھا جو زندگی بھر جاری رہا اور الحمد للہ آج تک جاری ہے۔ اس ضمن میں آپ کس قدر حساس تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں پاک بھارت جنگوں کے باعث مجبوراً آپ کو اہل خانہ سمیت ہجرت کرنا پڑی تو اس دوران بھی آپ اپنے چند خدام کو محض اس لیے اپنے آستانے پر چھوڑ گئے کہ لنگر کا سلسلہ جاری ساری رہے اور ایام جنگ میں جو لٹے پٹے یا آستانہ عالیہ سے نسبت رکھنے والے لوگ آتے رہے ان

کو مسلسل لنگر شریف ملتا رہا اور عام دنوں میں جیسا کہ ہمیشہ سے معمول تھا کہ لنگر شریف تقسیم کرنے کے بعد پھر اعلان کیا جاتا کہ اگر کسی نے لنگر شریف کھانا ہے تو آجائے، دوران جنگ جبکہ بالکل افراتفری کے حالات تھے اس کے باوجود بھی یہ طریقہ قائم رہا اور ہر کھانے کے بعد یہ اعلان کیاجاتا تھا کہ جس کسی نے کھانا کھانا ہے وہ آجائے۔

ریلوے اسٹیشن کا قیام:

آپ کے والد گرامی و پیرو مرشد حضرت سید شہسوار شمس غوث رحمۃ اللہ علیہ کا جہاں مزار اقدس تھا (ککے کے) وہاں آمدورفت کے لیے ٹرانسپورٹ کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ جسٹر ریلوے اسٹیشن وہاں سے کوئی پانچ میل کے فاصلے پر تھا جہاں سے آنے جانے کے لیے کافی تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ آپ نے اس مشکل کو بطور خاص محسوس فرماتے ہوئے اپنے وسائل بروئے کار لاکر اپنے ڈیرے کے نزدیک ایک نیا ریلوے اسٹیشن منظور کروایا اور اس اسٹیشن کا نام ''شمس غوث'' رکھا گیا ۔ جس کا باقاعدہ افتتاح ۸ جولائی ۱۹۶۹ء بروز پیر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے کیا جس کے قیام سے زائرین اور اہل علاقہ کو آمدورفت میں بے حد سہولت میسر آئی۔

*****

باب ہفتم

تبلیغ دین

تمام اہل ایمان اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ دین کی تبلیغ کریں اور حتی اعقدوراس خوشگوار فریضہ کی ادائیگی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں بزرگان دین اور صوفیہ عظام ہی کی کاوشوں کے نتیجے میں دین اسلام پھیلا۔ اس حقیقت سے کوئی بھی اہل علم و دانش انکارنہیں کرسکتا۔

ہمارے حضرت صاحب نے اس فرض کی تکمیل کے لیے ہر ممکن کوشش کی، نہ صرف یہ کہ خود شریعت محمدیہؐ کی مکمل پاسداری کی اور سنت نبویہؐ کے اتباع کو اپنے اوپر لازم رکھا اور قول و فعل سے دینِ حقہ کی ترویج و اشاعت کے لیے زندگی بھرپور مجاہدہ کیا۔ اس ضمن میں آپ کی مجالس، ماہانہ ختم گیارہویں شریف، اعراس مبارکہ اور محافل میلاد النبیؐ کا انعقاد اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ تبلیغ دین کے لیے آپ کتنے مستعد تھے۔

رسالہ شمس المشائخ کا اجراء:

آپ کے پیش نظر وہ لوگ بھی تھے جو کسی وجہ سے آپ کی محافل میں نہیں آسکتے تھے، یا کہیں دور رہتے تھے آپ نے ان لوگوں کی تربیت و اصلاح کے لیے باقاعدہ ایک رسالہ ''شمس المشائخ'' کے نام سے جاری فرمایا جو ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا تھا۔ یہ اس دور کا تبلیغ دین کے ضمن میں انتہائی مستحسن طریقہ تھا جو آپ نے اپنایا۔ یہ رسالہ (نومبر ۱۹۳۷ء تا ۱۹۸۵ء) تقریباً نصف صدی تک متواتر شائع ہوتا رہا اور اہل علم کو علمی، روحانی اور اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرتا رہا۔

گیارہ احکام:

آپ نے اپنے مریدین اور متوسلین کے لیے گیارہ احکام جاری فرمائے، جو ہر ماہ رسالہ شمس المشائخ کی پشت پر شائع ہوتے، اپنے تمام وابستگان سلسلہ کو ان پر کار بند رہنے کی تلقین فرماتے۔ وہ گیارہ احکام گویا آپ کے طریقِ سلوک کا نصاب تھا، جس پر عمل کر کے ایک طالبِ طریقت منزل مقصود پا سکتا تھا۔ تبلیغ دین کے ضمن میں ان گیارہ احکام کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ گیارہ احکام ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں، تاکہ جملہ قارئین ان کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ لگا سکیں اور اگر بتوفیق ایزدی ان پر

عمل کر لیا جائے تو باعث نجات اخروی ہو سکتا ہے کیونکہ ان گیارہ احکام کے آخر میں ہمیشہ تاکیدی جملہ بھی شامل ہوتا تھا کہ جو لوگ ان گیارہ احکام پر عمل کریں گے وہ انشاء اللہ العزیز اپنی زندگی کو دین و دنیا میں بہتر پائیں گے اور تکالیف سے بچے رہیں گے آخر میں آپ اپنا اسم مبارک یوں تحریر فرماتے'' فقیر حاجی خورشید الحسن خورشید شمسی''

وہ گیارہ احکام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہر مرد و عورت کے لیے خود نماز پڑھنا اور بچوں کو پڑھانا ضروری ہے۔

۲۔ علی الصبح قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور اگر ہو سکے تو بچوں کو بامعنی قرآن حکیم پڑھانا بہتر ہوگا۔

۳۔ ہر مرد کو اپنی عورت کے حقوق کی نگہداشت اور بچوں کی تربیت و تعلیم اسلامی طریق پر کرنی چاہیے۔

۴۔ ہر عورت کو خاوند کی فرمانبرداری اپنی عصمت اور خاوند کے مال کی حفاظت دیانت داری کے ساتھ کرنی چاہیے۔

۵۔ ہر مرد و عورت کو رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کم از کم اڑھائی گھنٹے خدا کی راہ میں صرف کرنے چاہیں۔

۶۔ ہر شخص کو کسی کی برائی کرنے یا سننے سے احتراز کرنا چاہیے۔

۷۔ ہر شخص کو اپنی آمدن میں سے کم از کم دسواں حصہ خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہیے۔

۸۔ کمزور کی مدد اور مظلوم کی اعانت کرنی چاہیے نیز ظالم و جابر کے ظلم سے الگ رہنا چاہیے۔

۹۔ ہر وہ شخص جو ہمارے ملنے کے لیے آئے بغیر ٹکٹ کے ریل کا سفر نہ کرے اور نہ کسی موٹر لاری کا کرایہ غصب کر کے آئے۔

۱۰۔ ہر وہ شخص جو ازراہ محبت و عقیدت کوئی تحفہ یا نذرانہ ہمارے لیے لائے ۔ ڈاکہ، چوری، رشوت یا کسی ناجائز کمائی سے نہ لائے۔

۱۱۔ ہمارے نام پر کسی اجنبی کو چندہ وغیرہ نہ دیا جائے۔

دارالعلوم شمسیہ کا قیام:

ماہنامہ شمس المشائخ تو تقسیم پاکستان سے تقریباً دس سال قبل شائع ہو ہی رہا تھا لیکن پاکستان بننے کے بعد جب آپ نارووال آ کر مقیم ہوئے تو آپ نے تبلیغ دین کے ضمن میں ایک اور اہم اقدام کیا۔ ۲۵ جون ۱۹۶۶ء کو آستانہ عالیہ پر اپنے والد گرامی کے اسم مبارک کی نسبت سے ایک دارالعلوم قائم کیا۔ جس کا نام دارالعلوم شمسیہ غوثیہ رکھا گیا اور مرحوم و مغفور قاری غلام حسین شاہ پوریؒ کو اول مدرس متعین کیا گیا اس دارالعلوم سے بیرونی و مقامی سینکڑوں لوگ فیض یاب ہوئے اور بڑے بڑے عالم و فاضل اور

حافظ قاری بن کر نکلے اور یوں اس مدرسہ سے فارغ التحصیل اہل علم نے اس مقدس فریضہ کو مزید آگے بڑھایا جو کہ آج بھی ملک عزیز کے طول و عرض میں خدمت و تبلیغ دین میں سرگرم ہیں اور علم و عمل کی روشن مثال ہیں۔

تبلیغی دورے:

دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور اہل اسلام کی اصلاح و فلاح کا جذبہ آپ کی ذات مبارکہ میں اس قدر قوی تھا کہ آپ زندگی بھر ہر حال میں اور ہر وقت اس کے لیے کوشاں رہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم نے ان کے اس جذبہ تبلیغ دین کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مختلف کاوشوں کا ذکر کیا ہے لیکن ان سب کاوشوں اور کوششوں سے اہم ترین طریقہ تبلیغ یہ تھا کہ آپ مختلف مقامات پر خود تشریف لے جاتے، سفر کی تکالیف اور اہل خانہ سے دوری کی پروا کیے بغیر آپ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے اکثر دورے فرماتے تھے اور ہر جگہ وعظ و نصیحت کی مجالس منعقد فرماتے اور ناخواندہ دیہاتیوں کے اخلاق و کردار اور ایمان وایقان کی اصلاح فرماتے۔ پندو نصائح سے نوازتے۔ ان کے دکھوں کا مداوا کرتے اور انہیں جہالت وظلمت کے اندھیروں سے نکال کر نور توحید سے منور فرماتے۔

زیارت حرمین:

آپ نے ۱۹۷۱ء میں حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا لیکن حکومتی پالیسی کے مطابق اس سال آپ کی درخواست منظور نہ ہوسکی اور ویسے بھی اہل رضا کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی مرضی سے انجام پاتا ہے چنانچہ آپ اس انتظار میں رہے کہ کب دیارِ حبیب سے بلاوا آتا ہے لیکن آپ کو اس کا زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ اگلے سال جب آپ نے دوبارہ درخواست دی تو وہ منظور ہوگئی چنانچہ ۱۹۷۲ء میں آپ نے فریضہ حج ادا فرمایا۔ اس مبارک سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کی رفیقۂ حیات کے علاوہ آپ کے خادم خاص خلیفہ مجاز صوفی جلال دین فیصل آبادی ان کی بیوی اور ان کی ہمشیرہ بھی تھے۔ صوفی جلال دین صاحب نے سفر نامہ حج کی تفصیلات تحریر کی ہیں جو ماہنامہ شمس المشائخ بابت ماہ جون ۱۹۸۲ء میں شامل ہیں دیکھیے صفحہ ۶۱ تا ۶۴

حج بیت اللہ کے لیے آپ نے بحری سفر کا انتخاب کیا اور شاہد سفینہ عرب کے ذریعہ آپ نے یہ سفر طے کیا۔ دورانِ سفر اور حجاز مقدس میں بھی آپ نے اپنی روایتی پرہیز گاری اور معمولات کو ملحوظ خاطر رکھا۔ دوران سفر حج آپ کی طبیعت کافی ناساز ہوگئی تھی اور آپ کے ہمراہیوں کا خیال تھا کہ آپ طواف کعبہ چارپائی

پر اور صفا مروہ کی سعی کرسی پر کرلیں لیکن آپ نے ناسازیٔ طبع کے باوجود یہ تمام ارکان خود ادا کرنے کا عزم کیا اور پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی چنانچہ آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوکر بخیریت واپس آئے۔

*****

باب ہشتم

معاصر علماء و مشائخ سے روابط

ا۔حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی ۔ ساہن پال شریف

آپ خاندان و سلسلہ نوشاہیہ میں عصر حاضر کے جید عالم دین، مورُخ، محقق، مصنف اور عظیم روحانی بزرگ تھے چونکہ حضرت پیر سید خورشید الحسن خورشیدؒ کا روحانی تعلق بھی سلسلہ نوشاہیہ سے تھا۔ اس لیے دونوں حضرات میں باہمی ربط و ضبط کافی پایا جاتا تھا۔ حضرت شرافت نوشاہی کے متعدد مضامین و مقالات ماہنامہ شمس المشائخ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ حضرت شرافت نوشاہی اکثر نارووال تشریف لاتے تو آپ کے پاس قیام فرماتے بلکہ اس تعلق کی گہرائی کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور قبلہ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے سجادہ نشین حضرت سید مظہر الحسن عرف چن پیر کی دستار بندی انہی کے دست مبارک سے ہوئی۔

۲۔ سیّد علی اصغر شاہ صاحب

یہ حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانیؒ کے پوتے تھے۔ اتفاقاً ایک بار ٹرین میں آپ کی ملاقات حضور قبلہ سے ہوئی۔آپ کی وضع قطع اور چہرہ انور کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور کوئی بات کرنا چاہی لیکن خدام نے انہیں بتایا کہ یہ وقت حضرت قبلہ کی خاموشی کا ہے آپ اگر کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو کاغذ پر لکھ کر پوچھ لیں چنانچہ آپ نے کاغذ پر صرف یہ جملہ لکھا کہ ’’ آپ کے نفس کا بھی آپ پر کچھ حق ہے‘‘ جس پر حضور نے جواباً تحریر کیا کہ’’ میں اس کا جتنا حق سمجھتا ہوں وہ اسے ضرور دیتا ہوں‘‘ چنانچہ اس کے بعد پھر اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں اور تازیست یہ تعلق قائم رہا۔

۳۔ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن ۔ آلومہار شریف

صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب اپنے دور کے جید عالم دین، پیر طریقت اور بالخصوص اپنے خوبصورت اور جداگانہ طرز خطابت کے اعتبار سے بے حد معروف شخصیت تھے۔ حضور قبلہ سے ان کے بڑے مخلصانہ اور پر محبت روابط تھے۔ جب کبھی اس علاقے کے دورہ پر تشریف لاتے تو آپ سے ضرور ملاقات کرتے۔ حضرت صاحب قبلہ نے ان کے ساتھ مل کر مختلف مقامات پر بڑے بڑے جلسوں کا اہتمام بھی کیا جس کی صدارت خود حضرت صاحب

فرماتے تھے اور صاحبزادہ صاحب جوشِ خطابت سے سامعین کو بے حد متاثر کرتے تھے۔

۴۔ دیوان سیّد محمد صاحب۔ سجادہ نشین پاک پتن شریف

ایک بار حضور قبلہ ساہیوال کے علاقے کے دورہ پر تھے وہاں مویشیوں کی ایک مشہور منڈی لگتی تھی۔ آپ کو چونکہ گھوڑیوں کا بہت شوق تھا، چنانچہ آپ بھی منڈی دیکھنے تشریف لے گئے اور اپنی گھوڑی منڈی سے باہر خدام کو دے کر خود منڈی کے اندر مال مویشی ملاحظہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے ۔ دریں اثناء پاک پتن شریف کے سجادہ نشین دیوان سید محمد صاحب تشریف لائے اور آپ کی گھوڑی دیکھ کر رک گئے۔ گھوڑی بہت پسند آئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ گھوڑی کس کی ہے ۔ خدام نے بتایا کہ یہ ہمارے پیر صاحب کی ہے جو نارووال سے تشریف لائے ہیں۔ دیوان صاحب نے ارشاد فرمایا کہ انہیں بلاؤ چنانچہ ایک خادم نے جا کر حضور قبلہ کو اطلا ع دی کہ دیوان صاحب باہر آپ کے منتظر ہیں۔ جب آپ تشریف لائے تو دیوان صاحب بڑے پرتپاک انداز میں ملے اور گھوڑی کی بے حد تعریف کی۔ آپ نے گھوڑی کی لگام پکڑ کر دیوان صاحب سے کہا کہ ہم یہ گھوڑی آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کرتے ہیں ۔دیوان صاحب نے یہ

نذرانہ تو قبول فرمالیا لیکن فی الفور کہا کہ اب یہ گھوڑی ہم آپ کو تحفے میں دیتے ہیں ۔ جو ان کے بے حد اصرار پرآپ نے قبول کر لیا۔

اس واقعہ کے بعد دونوں حضرات میں خاصا قلبی اور روحانی تعلق استوار ہو گیا اور دیوان صاحب نے آپ کو عرس شریف کے موقع پر پاک پتن شریف آنے کی دعوت دی ۔ جو آپ نے بخوشی قبول فرمائی اور اسی سال عرس شریف کے موقع پر وہاں تشریف لے گئے اور دیوان صاحب کی معیّت میں بہشتی دروازہ گزرنے کی بھی سعادت حاصل کی اور عرس کی دیگر رسومات میں بھی شمولیت کی اور پھر اس کے بعد تمام زندگی ہر سال اس عرس شریف پر حاضری آپ کا معمول رہا۔

۵۔ حضرت پیر مہر علی شاہ ۔ گولڑہ شریف

ایک دفعہ حضور قبلہ نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف والوں کی حاضری کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس سلسلے میں وہ اکیلے سفر کرنے کی خواہش رکھتے تھے چنانچہ آپ گھر سے والدہ محترمہ کی اجازت سے پیر مہر علی شاہؒ کی زیارت کے لیے بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے اور سیدھے گولڑہ شریف پہنچے۔ سب سے پہلے آپ نے وضو کر کے نماز ادا کی اور پیر صاحب کے بارے میں دریافت کیا تو

معلوم ہوا کہ مسجد سے قریب حجرے میں آپ تشریف فرما ہیں۔ جب حضور قبلہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ زیارت کرنے والوں کی ایک لمبی قطار ہے جو باری باری پیر صاحب کی زیارت اور دست بوسی کر کے عقبی دروازے سے باہر نکلتے جارہے تھے۔ آپ بھی زائرین کی اس قطار میں کھڑے ہو گئے باری آنے پرجب آپ نے پیر صاحب کی دست بوسی کی تو انہوں نے آپ سے دریافت فرمایا کہ کوئی کام ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ صرف حاضری اور زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں ۔قبلہ پیر صاحب نے آنکھیں اٹھا کر جب آپ کی طرف توجہ فرمائی تو آپ کی حالت متغیر ہوگئی اور جب ذرا ہوش آیا تو دیکھا کہ ان کا سر حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے سینہ مبارک پر تھا اور وہ آپ کو تھپکی دے رہے تھے۔ یوں وہاں سے فیض یاب ہوئے اور شاد کام ہوکر واپس تشریف لے آئے۔

*****

باب نہم

خلفاء و مریدین

اگرچہ آپ کسی کو بیعت کرنے میں عجلت نہیں فرماتے تھے بلکہ کئی کئی سال تک لوگ اصرار کرتے تھے کہ ہمیں بیعت کیا جائے لیکن آپ ضروری ہدایات دے کر رخصت فرما دیا کرتے تھے اور کئی سالوں بعد یہ نوبت آتی کہ آپ بیعت فرماتے لیکن اس کے باوجود آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے آپ اپنے مریدین کی تربیت بڑے اہتمام سے فرماتے تھے۔ اصلاح و تربیت کا یہ عمل مسلسل جاری رہتا تھا ۔ آپ کی صحبت و ارادت سے سینکڑوں لوگ فیض یاب ہوتے۔ کچھ احباب کو آپ نے تکمیل سلوک کے بعد خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔ بخوف طوالت چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

ا۔ سید مظہر الحسن عرف چن پیر رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ و سجادہ نشین تھے اور عصر حاضر

کے عظیم انسان، پیکر علم و عمل، مجسم شرافت و نیابت اور تدبر و سیاست میں منفرد و یکتا تھے۔

۲۔ سید ظہور الحسن شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

یہ آپ کے بھانجے تھے اور سید نیاز علی شاہؒ کے فرزند تھے۔ آپ بچپن سے ہی حضرت قبلہ کی آغوش تربیت میں آ گئے تھے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خلافت و اجازت مفتخر ہوئے اور پھر کوٹلی جتاں نور کوٹ تحصیل شکر گڑھ میں آستانہ عالیہ شمسیہ غوثیہ کی مسند رشدو ہدایت پر متمکن ہوئے، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، سیالکوٹ اور دیگر اطراف و جوانب سے کثیر تعداد میں لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔

۳۔ سید دلاور حسین شاہؒ (سکنہ چک نمبر ۲۳۲ تحصیل وضلع جھنگ)

یہ حضرت قبلہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور سلوک کی منازل طے کیں اور پھر آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا گیا۔ اپنے شیخ کامل سے انہیں حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ جب آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا تو آپ نے اپنے علاقے میں ہی سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔ جھنگ، فیصل آباد، ساہیوال اور لاہور کے اضلاع کے بیشمار لوگ آپ کے حلقہ ادارت میں داخل ہیں۔

۴۔ مولانا حافظ عبدالمجید رحمتہ اللہ علیہ

یہ رہنے والے تو تحصیل شکر گڑھ کے تھے لیکن خلافت و اجازت ملنے کے بعد آپ نے فیصل آباد کو اپنا مسکن بنایا۔ جامع مسجد موتی محلہ شریف پورہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے ۔ یہ اپنے شیخ کے خاص منظور نظر خادم تھے، اکثر دوروں میں حضرت قبلہ کے ہمسفر رہے اور آپ کی صحبت میں رہ کر بہت فیض پایا۔ آپ کی چشم کرم سے مستفیض ہو کر دستار خلافت سے بھی نوازے گئے اور پھر فیصل آباد میں آپ نے سلسلہ تبلیغ اور رشدو ہدایت کو بطریق احسن آگے بڑھایا۔

۵۔ حاجی صوفی جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ فیصل آباد

یہ بھی حضرت قبلہ کے خاص مصاحب تھے اور سفر و حضر میں حضور کی خدمت کی سعادت انہیں حاصل تھی بلکہ سب سے بڑی اوراہم سعادت یہ کہ سفر حج میں بھی اپنے شیخ کے ہمراہ تھے آپ نے اپنے شیخ کامل سے بہت فیض پایا۔ فیصل آباد میں مقیم ہوئے۔

۶۔ سائیں احمد دین رحمتہ اللہ علیہ

سکنہ گھڑیال ضلع شیخوپورہ۔ یہ بھی آپ کے بے حد عقیدت مند مرید تھے اور فنافی الشیخ کے مرتبہ پر فائز تھے ۔ آپ کی شکل و شباہت بڑی حد تک اپنے شیخ سے ملتی جلتی تھی۔

نوٹ۔ مذکورہ بالا تمام خلفاء اور علاوہ ازیں آپ کے بیشمار مریدین کی شکل وصورت آپ سے بہت حد تک مماثل تھی۔ گویا یہ سب خوش نصیب حضرات فنافی الشیخ کے مرتبہ پر فائز تھے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان سب حضرات کے عرس مبارک باقاعدگی سے منائے جاتے ہیں۔

*****

باب دہم

ظہور کرامات

حشرات الارض سے تحفظ:

جس جگہ کو حضرت صاحب نے اعتکاف کے لیے پسند فرمایا تھا۔ وہ نالہ کرن سکی کے کنارے پر بالکل رکڑ تھی۔ صوفی امانت علی صاحب جو اس وقت حضرت صاحب کے ہمراہ تھے۔ عرض کیا حضور اس جگہ پر تو بہت زہریلے سانپ ہوتے ہیں ۔ لہٰذا یہ جگہ مناسب نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ یہ لوٹا پانی کا بھر کر لاؤ چنانچہ صوفی صاحب نالہ سکی سے لوٹا بھر کر لے آئے ۔ آپ نے فرمایا کہ اس پانی سے حصار بنا دو۔ انشاء اللہ کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ چنانچہ صوفی صاحب نے لوٹے کے پانی سے کافی دور تک ایک احاطہ بنا دیا۔ حصار بناتے ہوئے جب پانی تھوڑا رہ جاتا تو صوفی صاحب اس کو دوبارہ بھر لاتے ۔ اس کے بعد کبھی اس حصار کے اندر کوئی

سانپ تو کیا دوسرے جانور بھی نہ آتے تھے۔ اس ضمن میں صوفی مقبول انور داؤدی صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری دینے لگا۔ تو ایک رات مجھے وہاں رکڑشریف میں ہی بسر کرنا پڑی ۔ لکھتے ہیں کہ چونکہ حاضری کے ابھی ابتدائی ایام تھے اور یقین اتنا پختہ نہ تھا لہٰذا تمام رات سانپوں کے خوف سے سو نہ سکا اور ڈرتا رہا ۔ صبح جب حضرت صاحب سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی ۔ لہٰذا ڈر اور خوف کو چھوڑ دو۔

خشک سالی میں بارانِ رحمت کا نزول:

صوفی امانت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رکڑ شریف میں قیام کے دوران ہی کا واقعہ ہے کہ کافی عرصہ سے بارش نہ ہوئی تھی۔ گاؤں کے لوگ بہت پریشان تھے اور خشک سالی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک روز ہر دوروال گاؤں کے سب لوگ جمع ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت صاحب خشک سالی بہت زیادہ ہے لہٰذا بارش کے لیے دعا فرمائیں چونکہ وہ سبھی لوگ حضرت صاحب کے عقیدت مند و معتقد تھے چنانچہ آپ نے ان کی درخواست پر بارگاہ الٰہی میں

دستِ دعا بلند فرمایا اور پھر اسی رات بارانِ رحمت کا نزول ہو گیا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود:

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت صاحب قبلہ ہر دوروال کے نزدیک ویران رکڑ پر معتکف زندگی بسر کر رہے تھے اور یہ سالانہ عرس مبارک کا موقع تھا۔ زائرین کے لیے لنگر تیار ہو رہا تھا۔ حضرت صاحب اپنی کٹی میں اورادو وظائف میں مشغول تھے چونکہ یہ عصر اور مغرب کا درمیانی وقت تھا اور اس دوران حضرت خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ زائرین میں ایک عیسائی بھی تھا اور وہ لنگر مانگ رہا تھا اور بضد تھا کہ اسے فوراً لنگر دیا جائے ۔ اس کا لہجہ کچھ گستاخانہ تھا۔ خادمین نے سمجھایا کہ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ختم شریف پڑھا جائے گا اور پھر لنگر شریف تقسیم ہوگا۔ اس کی اطلاع جب حضرت صاحب کو دی گئی تو آپ سخت غصہ میں آ گئے اور معمول کے خلاف خاموشی توڑ کر فرمایا کہ اسے بلاؤ۔ اس کے بعد لنگر شریف بھی منگوایا گیا پھر آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ ''لے کھا مر'' ابھی اس عیسائی نے دو یا تین نوالے ہی کھائے تھے کہ اسی وقت مر گیا۔

آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کے صدیق ولی تھے اسی لیے آپ کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ اللہ کی ذات نے فوراً پورے کر دیئے۔

بقول مولانا روم علیہ الرحمۃ

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ: اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے بات نکلتی ہے لیکن اس کا کہنا اللہ کا کہنا ہوتا ہے۔

خواب میں حکم دینا:

مستری خیر دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ پاکستان بننے سے قبل کا واقعہ ہے جب حضرت صاحب رکڑ شریف میں مقیم تھے آپ ماہانہ حاضری دربار حضرت داتا گنج بخشؒ کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے۔ مہمانوں کی خدمت کے لیے مستری صاحب کی ذمہ داری تھی۔ مستری صاحب کے مطابق کہ رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب مجھے حکم فرما رہے ہیں کہ رکڑ شریف کے نزدیک جو پل ہے وہاں ایک آدمی پیاسا ہے۔ اسے پانی پلاؤ میں اسے محض ایک خواب سمجھ کر دوبارہ سو گیا۔ دوبارہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مستری خیر دین پل کے پاس ایک پیاسا ہے اسے پانی پلاؤ۔ مستری صاحب کے بقول کہ پھر وہ سوئے رہے۔ تیسری دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت صاحب نے ان کا کان کھینچ کر فرمایا کہ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ چنانچہ مستری

صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک دم بیدار ہوا اور میرا کان درد کر رہا تھا میں جلدی سے اٹھا اور پانی لے کر پل کی طرف چل دیا۔ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ کسی شخص کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے اسے فوراً پانی پلایا تو اس کو کچھ ہوش آیا۔ میں اسے اپنے ساتھ ڈیرہ پر لے آیا اور اسکی خدمت تواضع کی۔ وہ شخص ایک عیسائی تھا۔ حضرت صاحب کی واپسی پر آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور ایک سچا اور پکا مسلمان بن گیا۔

سزائے موت سے بریت:

حضرت صاحب کے خادم خاص صوفی فدا حسین قوال نے بیان کیا کہ انکا چچا زاد بھائی ایک مقدمہ قتل میں پھنس گیا تھا اور سیشن کورٹ سے اس کو سزائے موت ہو گئی تھی۔ اور اس کی اپیل ہائی کورٹ میں کی ہوئی تھی۔ یہ مقدمہ چل رہا تھا کہ ہم سالانہ عرس شریف پر حاضری کے لیے آئے ۔ محفل سماع ہو رہی تھی اور حضرت صاحب پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ میں نے اسی دوران حضرت صاحب سے عرض کی کہ میرے بھائی محمد شفیع کے لیے دعا فرمائیں کہ وہ بری ہو جائے چنانچہ آپ نے اسی حالت میں دعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے گا۔

کچھ دنوں بعد محمد شفیع کی ہائی کورٹ میں تاریخ تھی چنانچہ ہم

سب تاریخ پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب کی دعا کے نتیجہ میں ہائی کورٹ نے محمد شفیع کو اسی تاریخ پر باعزت بری کر دیا یہ سب آپ کی دعا کا فیضان تھا۔

پیر غلام دستگیر نامی سہروردیؒ کا واقعہ:

پیر غلام دستگیر نامی مورخ و محقق، لاہور کے ایک مشہور صاحب علم سہروردی بزرگ تھے۔ علم میراث، اسلامی تاریخ اور تاریخ گوئی میں انہیں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ موضع رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ اور لاہور میں حضرت شاہ عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردیؒ کی خانقاہ کے متولی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا مکان محلّہ چہل بیبیاں اندرون اکبری دروازہ لاہور میں تھا۔ نہ معلوم کیسے ان کے گھر بند صندوقوں میں آگ لگ جاتی تھی۔ بڑی تحقیق کی گئی لیکن معلوم نہ ہوسکا یہ آگ کیسے لگتی ہے پھر ان کے آبائی گاؤں رتہ پیراں میں بھی ایسے واقعات رونما ہونے لگے۔

نامی صاحب کے بڑے بیٹے پیر محمد افضل آنریری مجسٹریٹ تھے انہوں نے شیخوپورہ کے ڈپٹی کمشنر احسن صاحب اور سپر نٹنڈنٹ حق نواز ٹوانہ سے ذکر کیا تو انہوں نے تفتیش و تحقیق کے لیے ایک روز پورا گھر خالی کروالیا اور پولیس کا پہرہ بٹھا دیا لیکن اس کے باوجود اس روز بھی آگ لگ گئی۔

نامی صاحب نے قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود کو لکھا کہ آپ لوگ جنات وغیرہ کے قائل نہیں لیکن آکر ہمارے گھر میں ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کریں اور بتائیں کہ یہ آگ کیسے لگتی ہے چنانچہ وہ خود تو نہ آئے لیکن اپنے دو مولویوں کو بھیجا کہ جاکر مشاہدہ کرو، قادیانی مولویوں نے بھی بچشم خود یہ منظر دیکھا اور کہا کہ بلاشبہ یہ آگ کسی خارجی غیر محسوس عوامل سے لگتی ہے۔

بہر حال نامی صاحب اس معاملے میں بے حد پریشان تھے کہ صوفی مقبول انور داؤدی صاحب نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ حضرت صاحب قبلہ سے ملیں چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے انہیں کچھ چیزیں دم کرکے دیں اس کے بعد انہیں اس عذاب سے مکمل نجات مل گئی اور ان کے گھر میں کامل امن وسکون ہوگیا۔

واقعہ معراج کا سائنسی تجزیہ:

ایک مرتبہ حضرت صاحب قبلہ چک نمبر ۲۱۴ گ ب ضلع فیصل آباد سالانہ ختم شریف کے سلسلے میں تشریف لے جا رہے تھے کہ فیصل آباد کے عقیدت مندوں نے آپ کو ٹھہرا لیا، ان میں ایک آدمی گنیش فلور ملز کا فورمین تھا۔ اس نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور میرے ملز مالکان کی خواہش ہے کہ آپ اس

مل میں قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ نے اگلے روز وہاں تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا۔

اگلے روز گنیش فلور ملز کے مالکان نے تمام ملازمین کو چھٹی کردی اور سب کو بیرونی دروازے پر آپ کے استقبال کے لیے بھیج دیا جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو بڑا پرتپاک استقبال کیا گیا اور سب لوگ بڑی عقیدت و محبت سے ملے۔

تھوڑی سی نشست کے بعد آپ نے کارخانہ دیکھنے کی خواہش فرمائی۔ فورمین نے مل کے مختلف حصے دکھائے اور مشینوں کی کارکردگی کی وضاحت کی۔ آپ نے ایک انجن پر لگی ہوئی گھڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ گھڑی کیا کام کرتی ہے۔فورمین نے بتایا کہ انجن کی کارکردگی کو ظاہر کرتی ہے اگر انجن کام نہ کر رہا ہو تو رک جاتی ۔ یہ سنتے ہی آپ نے اپنے ہمراہیوں کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ عزیزان من! معراج شریف کے واقعہ کی سائنس نے تصدیق کر دی ہے کہ جب انجن نہ چل رہا ہو تو گھڑی کی سوئیاں رک جاتی ہیں۔

آپ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری تھی اور فرما رہے تھے کہ میرے آنے پر مل کے مالکان نے سب ملازمین کو چھٹی کروادی اور نتیجتاً سب مشینیں اور کام رک گئے ۔ تو جب ہمارے آقا و مولیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شب معراج کو اپنے پاس بلایا تھا تو یقیناً تمام دنیا کا نظام بھی اس وقت ساکن ہوگیا ہوگا۔ اسی لیے تو جب آپ واپس تشریف لائے تو وضو کا پانی چل رہا تھا کنڈی ہل رہی تھی اور بستر گرم تھا یعنی جب آپ واپس کائنات میں تشریف لے آئے تو کائنات کا نظام پھر چلنا شروع ہوگیا۔

سبحان اللہ! آپ کی چشم بصیرت ایک **چھوٹی سی مشینری کو** دیکھ کر کس قدر بڑے مسئلہ کی طرف **متوجہ ہوئی اور اس** کے اثبات کی گواہی دے کر اپنے آقا **صلی اللہ علیہ وسلم** سے **محبت** کا خوبصورت اظہار فرمایا۔

*****

باب یازدہم

یادِ ایام

زندہ قومیں ہمیشہ اپنے اہم اور یادگار واقعات کو یاد رکھنے کے لیے ان مقررہ ایام کو کسی مخصوص طریقے سے منانے کا اہتمام کرتی ہیں اور بالخصوص ہمارے دین اسلام نے بھی اس روایت کو یوم حج اور عیدین وغیرہ کی صورت میں منانے اور یاد رکھنے کا باقاعدہ اہتمام کیا ہے چنانچہ ہمارے ممدوحِ مکرم حضرت پیر حسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی سال میں چند ایسے ایام مقرر کیے ہوئے تھے جنہیں وہ بڑے اہتمام سے منایا کرتے تھے۔ ان ایام کا ذکر کر کے ہم اس موضوع کو مزید رفعت دینا چاہتے ہیں۔

عید میلادالنبیؐ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یوم ولادت بجا طور پر تمام اہل اسلام کے لیے بے حد اہم اور روزِ مسرت ہے ۔ جس روز اس جہان میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود مسعود

ہوا۔ وہ تمام خوشیوں اور عیدوں سے عظیم تر ہے۔ چنانچہ آپ عید میلادالنبیؐ کو انتہائی عقیدت و محبت سے مناتے تھے اور اس روز باقاعدہ جلوس بھی نکالتے تھے۔

یوم شکرانہ اعتکاف:

آپ کے والد بزرگوار جو آپ کے مرشد حقیقی بھی تھے، انہوں نے اپنے پیرو پیشوا حضرت بابا بھولے شاہ قادری نوشاہیؒ کے ارشاد کے مطابق گلّی شریف (جسے تخت شمسیہ بھی کہا جاتا ہے) میں اعتکافی زندگی شروع کردی اور جب ان کا اعتکاف ختم ہوا تو شکرانہ اعتکاف کے طور پرانہوں نے ۲۵ ہاڑ کو ختم شریف کا اہتمام کیا جو ان کی زندگی میں مسلسل ہر سال اس تاریخ کو ہوا کرتا تھا اس روایت کو حضرت پیر حسن شاہؒ نے بھی قائم رکھا اور ہر سال ۲۵ ہاڑ کو یہ عرس منایا کرتے تھے اس عرس شریف پر عقیدت مندوں، مریدوں، دوستوں کے علاوہ عام اہل اسلام اور علماء ومشائخ بھی تشریف لاتے تھے۔ لنگر عام ہوتا تھا اور ختم شریف کا تبرک سب میں تقسیم ہوتا تھا۔ محفل نعت، وعظ و تذکیر کے علاوہ محفل سماع کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔

یوم وصال حضرت شمس غوث رحمتہ اللہ علیہ:

اپنے والد گرامی کے یوم وصال کے موقع پر ۲۱۔۲۲۔ اکتوبر کو

ان کے ایصال ثواب کے لیے آپ ہر سال عظیم الشان عرس کا اہتمام فرماتے تھے۔ اس عرس شریف میں بھی زائرین اور اہل عقیدت و محبت کی کثیر تعداد شامل ہوتی۔ مقصد یہاں بھی یہی پیش نظر تھا کہ اپنے پیر و مرشد کو یاد کرکے ان کے طریقۂ زندگی کو اپنایا جائے اوراپنے متوسلین اور مریدین کی تربیت اور اصلاح کی جائے چنانچہ دو روز محافل جاری رہتی تھیں اور ان محافل میں قرآن خوانی، نعت خوانی، درود و سلام، محفل سماع اور وعظ ونصیحت کا اہتمام ہوتا تھا۔

عرس حضرت شمس غوث رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شمسؒ غوث کا ایک سالانہ عرس مبارک ہر سال آپ تحصیل سمندری کے ایک گاؤں چک ۲۱۴ گ ب میں بھی باقاعدگی سے مناتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور دراز علاقے کے عقیدت مندوں کو سفر کی تکلیف سے بچانے کے لیے آپ نے وہیں اپنا ایک ڈیرہ بنا لیا اور یہاں سے اپنے ایک دو خدام کو ہمراہ لے کر وہاں تشریف لے جاتے اور عرس شریف کی تقریبات وہیں پہ منعقد فرماتے۔

یوم تولّد:

آپ اپنا یوم ولادت بھی ہرسال مناتے تھے لیکن اس کا طریقہ پوری دنیا سے منفرد اور نرالا تھا اور وہ یہ کہ اس روز آپ

اس قدر سخاوت و خیرات کرتے تھے کہ بس اپنے لیے لکڑی کی کھڑاویں اور دو ان سلی چادریں اور کمبلی رکھ کر باقی سب کچھ مخلوق خدا میں بانٹ دیتے تھے۔

آپ قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ کی عملی تفسیر تھے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ ۲۱)

یعنی اے نبیؐ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ راہِ خدا میں کتنا خرچ کریں تو آپ فرما دیجیے کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہے وہ سب کچھ۔

*****

وصال مبارک

شریعت و طریقت کا یہ خورشیدِ تابان ایک جہان کو اپنے نورِ ایمان و ایقان اور علم و عمل اور اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار سے منور فرما کر بالآخر بروز جمعرات ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ / ۱۸ جون ۱۹۸۱ء کی صبح ۵ بج کر ۵۵ منٹ پر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ ۱۵ شعبان المعظم کی تاریخ اسلامی تقویم میں بڑی عظمت، فضیلت اور برکت والی ہے۔ اس عظیم و بابرکت رات کے ختم ہوتے ہی آسمان انسانیت کا یہ سورج بھی افق ابدآباد سے جاملا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

غسل مبارک:

زندگی بھر جس طرح حضور قبلہ کو طہارت اور پاکیزگی عزیز تھی۔ آپ کے وصال کے بعد بھی اس کا انتہائی خیال رکھا گیا چنانچہ آپ کے غسل مبارک کے لیے جن حضرات کا انتخاب ہوا

ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت چن پیر صاحب، آپ کے ہمشیرہ زادہ خلیفہ سید ظہور الحسن بخاری، جامعہ شمسیہ غوثیہ کے مدرس اول حافظ و قاری غلام حسین اور آپ کے خلفاء حاجی جلال الدین، صوفی امانت علی، صوفی فدا حسین، چوہدری محمد یوسف اور آپ کے معتمد خاص ڈاکٹر امداد علی انجم و چوہدری محمد بوٹا۔

ان سب حضرات نے باوضو ہو کر آپ کے جسد اطہر کو غسل دینے کی سعادت حاصل کی۔ قاری غلام حسین اول مدرس جامعہ شمسیہ غوثیہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح آپ حالت ظاہری میں وظیفہ پڑھتے ہوئے اپنے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کو انگلیوں کی پوروں پر چلایا کرتے تھے۔ دوران غسل بھی وہ انگوٹھا اسی حالت میں تھا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے تین بار کوشش کی کہ انگوٹھے کو پوروں سے جدا کر کے ہاتھ سیدھا کر دوں مگر ہر بار ناکامی ہوئی۔ جب میں انگوٹھا سیدھا کرتا تھوڑی دیر بعد انگوٹھا پھر پوروں پر آ جاتا۔ گویا آپ اب بھی ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ سبحان اللہ

خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

نماز جنازہ:

آپ کے وصال مبارک سے اگلے روز قبل از دوپہر آپ کی

نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا۔ عقیدت مندوں، مریدوں، دوستوں اور آپ کے چاہنے والوں کا ایک جم غفیر تھا جو آپ کے آخری دیدار کے لیے جوق در جوق آ کر جمع ہو چکا تھا۔ حیرت ہے کہ جون کی اس چلچلاتی دھوپ میں دور ونزدیک سے اس قدر لوگ آگئے کہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر معلوم ہو رہا تھا۔ ہر طبقہ فکر کے لوگ آپ کے جنازہ کو کندھا دینے اور نماز جنازہ میں شرکت کے لیے بے تاب تھے چنانچہ اس خیال کے پیش نظر کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سعادت سے مشرف ہو سکیں چارپائی کے ساتھ بڑے بڑے بانس باندھ دیئے گئے ۔ اس کے باوجود ہزاروں لوگ بانسوں کو ہاتھ لگانے سے محروم رہ گئے۔ اشتیاق زیارت کا یہ عالم تھا کہ چہرہ مبارک کو بار بار دیکھنے کے باوجود سیری نہ ہوتی تھی اسی وجہ سے بے شمار لوگ یہ سعادت حاصل نہ کر سکے۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے خلف الرشید حضرت سید مظہر الحسن عرف چن پیر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی ۔ جو اپنے والد گرامی کے جانشین اور ان کے جملہ اوصاف کے مظہر تھے۔ شاید اسی لیے آپ کا نام نامی و اسم گرامی مظہر الحسن رکھا گیا تھا۔

تدفین:

نماز جنازہ کے بعد آپ کو ان کے عالی مرتبت والد گرامی و شیخ

طریقت حضرت بابا شہسوار شمس غوثؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

دنیاوی سورج غروب ہوتا ہے تو اپنی روشنی بھی ساتھ لے جاتا ہے مگر اس خورشیدِ معرفت میں یہ خصوصیت ہے کہ اگرچہ خود اس جہان فانی کو چھوڑ کر عالم جاو دانی میں جا پہنچا لیکن اپنی کرنیں اور شعاعیں چاند(چن پیر) اور ستاروں (خلیفوں) کی صورت میں باقی چھوڑ گیا۔ جن کے ذریعہ آپ کے فیض کی شعاعیں انشاء اللہ قیامت تک دنیا کو منور اور روشن کرتی رہیں گی۔

پیغام تعزیت:

آپ کے وصال مبارک پر خادمِ سجادہ حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ"سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ" نے جو تعزیتی پیغام ارسال کیا اس میں وہ فرماتے ہیں کہ

"آپ کی ذات والا صفات اس زمانے میں عنقا مثال تھی۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات کے جامع تھے۔تمام صوفیائے کرام میں عموماً اور خاندان نوشاہی میں خصوصاً آپ کا وجود مسعود ایک نمونہ تھا۔ریاضت شاقہ،مجاہدات،جہاد بالنفس، شریعت ظاہری کی پابندی، اتباع سنت، تبلیغ دین، ترویج خاندان نوشاہی، شجاعت و سخاوت، طریقت باطنی پر تعامل، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، فنافی الشیخ، فنافی الرسول، فنافی اللہ، بقا باللہ، سیرفی اللہ، سیر باللہ، سیر مع

اللہ کے مقامات آپ کے خواص شعار تھے۔ اجابت، کرامت، استقامت کے مدارج آپ کو حاصل تھے۔"

*****

باب سیزدہم

منظوم خراج عقیدت

پاکستان کے معروف شعراء نے آپ کو جو منظوم خراج عقیدت پیش کیے۔ ان میں چند ایک یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ

سجادہ نشین دربار حضرت نوشہ گنج بخشؒ

قطعہ تاریخ

وفات حضرت سید صوفی خورشید الحسن شاہ المعروف
پیر حسن شاہ گیلانی قادری نوشاہی۔ نارووال شریف

شاہ خورشید پاک ہادی دیں | منبع فیض و معدنِ ایقاں
صاحب زہد و فضل، بحرِ سخا | درولایت مقام اوست عیاں
صائم دہر و قائم شب بود | نفس راکشت ہمچو شیر ژیاں
عمر خود جملہ در رہ حق باخت | نور حق از جبین از رخشاں

در طریق تصوف و توحید | ذات اور رہنمائے پیر و جواں

مادر دہر مثل او کم زاد | در طریقت حقیقت و عرفاں

مظہر ذات حق چوذاتش بود | فیض اور منتشر بجملہ جہاں

خادم ذات غوث اعظمؒ بود | عاشق پاک پیر نوشہ داں

چوں ز دار فنا سفر کردہ | سکہ زن شد بہ ملک دار جناں

پنج شنبہ بوقت صبح، صعود | کرد در روز پانزدم شعباں

چوں شرافت زعقل سالش جست

گفت۔ خورشید ہادی دوراں

۱۴۰۱ھ

*****

دائم اقبال دائم قادری۔ساکن واسو۔ضلع گجرات

خورشیدِ ولایت

پیر سید مرد حق پر نور خورشید الحسن | ہیں شرابِ عشق سے مخمور خورشید الحسن

بھوریؒ والے اور کملی پوشؒ کے | مست گویا ثانی منصورؒ خورشید الحسن

شاہسوار منزل حق ابن سید شاہسوارؒ | اللہ اللہ ورد میں مسرور خورشید الحسن

مرتضیٰ کے آفتاب اور حضرت زہرہؓ کے چاند | سرتا پا انوار سے معمور خورشید الحسن

آپ کا مظہر ہے گویا آپ کا مظہر پسر | جلوہ گر ہیں صاف قرب و دور خورشید الحسن

حسنِ سیرت، حسنِ صورت، حسنِ دل، حسنِ زباں | گویا نارووال میں ہیں نور خورشید الحسن

دل میں الفت پنجتن کی لب پہ نام چاریار | عشق کی دنیا میں ہیں مشہور خورشید الحسن

اے کلیم وقت آ بھی اس طرف ہاں اس طرف | وادی تطہیر کا ہیں طور خورشید الحسن

کیوں نہ دائم رشکِ باغِ خلد ہوں ہدیہ کے پھول | کر لیں گر الطاف سے منظور خورشید الحسن

*****

سید و سردار خورشید الحسن | مرحبا سرکار خورشید الحسن

جان عشق و مستی نارووال | گلشن انوارِ خورشید الحسن

مصطفےٰ کے مرتضےٰ کے لعل ہیں | محرمِ اسرار خورشید الحسن

مرحبا جود و عطا کے بادشاہ | فیض کے گلزار خورشید الحسن

جانِ عالم پیر چن کے ابا جان | مہربان غم خوار خورشید الحسن

کرتے ہیں اللہ والے پیشوا | لاکھ بیڑے پار خورشید الحسن

ہر گھڑی دائم حضور غوث کا | پاتے ہیں دیدار خورشید الحسن

جناب صائمؔ چشتی صاحب

از فیصل آباد

منقبت

خدا دے ولیا دے دل وچ سدا نورِ خدا چمکے
نبیؐ دی آل وچ نورِ محمدؐ مصطفےٰ چمکے

ایہہ خورشید الحسن خورشید ہے حسنینؓ و حیدرؓ دا
تدے محفل دے وچ اینہاں دا جلوہ جابجا چمکے

حسنؒ شاہ بادشاہ اے حسن دا بیٹا حسنؓ دا اے
حسن دے لال دا تارا بلندی تے سدا چمکے

جدوں خود کملی والے نے عطا کملی سی فرمائی
بخت گُلی دے سن ہو کے محلاں تو سَوا چمکے

لیاں چن پیروی چن وانگ نے خورشید توں کرناں
زمین دا چن تے سورج حشر تک یا خدا چمکے

ہے معنیٰ ایک ہی خورشید تے شاہ شمس غوث دا
تے اینہاں ساریاں وچ نور غوث پاکؓ دا چمکے

جنہوں مل جاوندی صائمؔ محبت غوث اعظمؒ دی
اوہ ذرہ وانگ تارے لے کے شمس دی ضیاء چمکے

سردار احمد سردار

فیصل آباد

نذرانہ عقیدت

نوشوہ پاک دے فیض دا بحر جاری گلی بحراتے شاہسوار دی اے
ظاہر بین لئی کلی سی کانیاں دی پراوہ عاشقاں دے سینے ٹھار دی اے

ہیسن کلی دے وچہ جہان دونویں جلوہ گاہ اوہ غوث سرکار دی اے
اوس کلی توں پیرس دے محل واراں جیہڑی عرش تے جھاتیاں ماردی اے

چڑھیا کلی توں پاک خورشید ایسا جیہے گکھ نمیں کلی دا جھڑن دتا
ایسا وچہ مذکور دے گم ہویا گُلی وچہ نمیں غیر نوں وڑن دتا

بھوری والیا بھوری دی خیر ہووے تیری بھوری وچہ بڑا کمال ڈٹھا
لبھے جیڑا نہ شاہی خزانیاں نوں بھوری وچہ او چمکدا لعل ڈٹھا

خورشید الحسن شاہ ولی سرکار نال ودھ شاہاں نوں جاہ و جلال ڈٹھا
حج اکبری ہو گیا طالباں دا جہاں طالباں تیرا جمال ڈٹھا

چانن رہوے خورشید دا چن اتے بھوری والڑے چن دی خیر ہووے
رہوے بدر منیر دا شان اچا جھتے پیر ہووے اوتھے خیر ہووے

دو چمن نے میرے اس دور اندر نکتہ غلط نہ میرے خیال دا اے

اک چمن اے فلک تے چڑھن والا دوجا چمن شاہ حسن لجپال دا اے

اوہ چڑھے تے دھرتی نوں کرے روشن ایہہ والاں اندر دیوے بالدا اے

اوہنے کدی غریباں نوں پچھیا نئیں ایہہ پھرے غریباں نوں پالدا اے

مظہر حسن داوہ سبحان اللہ صفتاں حسن دیاں نظریں اوندیاں نے

ایہہ سارا چانن حسن دے چمن دا اے آکے ہستیاں سیس نواندیاں نے

بھوری والیا سیدا آباد تھیویں ذکر فکر اندر ماراں ماریاں توں

کملی پوش سرکار دی یاد اندر را تاں فرش نے بیٹھ گزاریاں توں

دنیا جاندی راوی دے وچہ بیلے پنڈاں چکیاں عشق دیاں بھاریاں توں

شاہسوار سرکار دا نام لے کے لکھاں ڈبیاں بیڑیاں تاریاں توں

تیری گلی شریف چوں چمک نوری دے راہ مدینے دے ڈیریاں دی

لج خوب نبھائی او لجپالا شاہسوار سرکار دے سہریاں دی

تیری گلی نوں غوث نے رنگ لایا بیلا راوی دا سدا بہار بنیاں

کانے گلی دے ذکر وچہ ڈھلے ایسا اوس جگہ تے پاک دربار بنیاں

خواجہ پاک خورشید الحسنؒ سید شاہسوارؒ دا ہار شنگار بنیاں

نکل گیا اوہ ظالم سہریاں چوں جہیڑا آن خورشید دا یار بنیاں

تیرے چمن دی سوہنیاں خیر ہووے تیرے چمن نوں خوب سنبھالیا اے

تیرے عشق دے بھارنوں چمن تیرے تیرا آسرا تک کے چالیا اے

لج رکھ لئیں علیؓ دا پوترا ایں طیبہ والے دربار دا واسطہ ای

دوہتروانں رسولؐ مقبول دیا نظر کرم سرکار دا واسطہ ای

صدقہ اپنے چمن دا خیر پاوے تینوں غوث سرکار دا واسطہ ای

اللہ شاعر سردار تے کرم کردے پیر شاہ سوار دا واسطہ ای

بوہانجی دا سمجھ سوال کیتا تیرے فیض دیاں دھماں دھمیاں نے

سید شہسوار لج پالدیاں تا حوراں نے جُتیاں چمیاں نے

*****

خورشیدِ تاباں
دربار عالیہ کلی شریف نارووال